

جامعہ حقانیہ کاترجمان

ساہیوال
سرگودھا

الحقانیہ

مجلہ

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ / دسمبر ۲۰۱۳



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور رزمی قدس سرہ

فہرست

- 3 نئے اسلامی سال کا آغاز اور اسلامی تاریخ کی اہمیت ... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
- 9 درس حدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
- 11 ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
- 13 مرزائیوں کے متعلق ججوں کے فیصلے فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
- 22 شراب کی حرمت اور اس کے مفاسد فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
- 30 عمار خان کانیا اسلام حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم
- 41 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تعلیم و تربیت مولانا مفتی محمد حنیف خالد مدظلہم
- 45 القرآن الجامعہ مولانا محمد آصف چنیوٹی

Type your text

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فاسٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

نئے اسلامی سال کا آغاز اور اسلامی تاریخ کی اہمیت

اسلامی، ہجری اور قمری سال کا آغاز محرم الحرام اور اس کا اختتام ذوالحجہ کے مہینہ پر ہوتا ہے، آج چونکہ محرم الحرام کی یکم تاریخ ہے اس لیے نئے اسلامی سال ۱۴۳۵ھ کا آغاز ہو چکا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے لیے اسے ہر اعتبار سے مبارک فرماویں اور تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

اسلامی مہینوں کی ترتیب اور شمسی و قمری حساب کی شرعی حیثیت سے متعلق آیت قرآنی ”ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم“ (سورہ توبہ آیت ۳۶) کے تحت حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ”معارف القرآن“ میں ارقام فرماتے ہیں:

”مذکورہ آیتوں سے ثابت ہوا کہ مہینوں کی جو ترتیب اور ان مہینوں کے جو نام اسلام میں معروف ہیں وہ انسانوں کی بنائی ہوئی اصطلاح نہیں بلکہ رب العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے اسی دن یہ ترتیب اور یہ نام ان کے ساتھ خاص خاص مہینوں کے خاص خاص احکام متعین فرمادیے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکام شرعیہ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے اسی قمری حساب پر تمام احکام شرعیہ روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ دائر ہیں لیکن قرآن حکیم نے تاریخ و سال معلوم کرنے کے لیے جیسے قمر کو علامت قرار دیا اسی طرح آفتاب کو بھی اس کی علامت فرمایا ہے ”لتعلموا عدد السنين والحساب“ اس لیے تاریخ و سال کا حساب چاند و سورج دونوں سے جائز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے

احکام کے لیے چاند کے حساب کو پسند فرمایا ہے اور احکام شرعیہ اسی پر دائر فرمائے اس لیے قمری حساب کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے، اگر ساری امت قمری حساب ترک کر کے اس کو بھلا دے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی جائز ہے لیکن سنت اللہ اور سنت سلف کے خلاف ضرور ہے اس لیے بلا ضرورت اس کو اختیار کرنا اچھا نہیں۔ (ص ۳۷۳ ج ۴)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

”اور جاننا چاہیے کہ اپنے روزمرہ کے مکاتبات و مخاطبات میں ہر چند کہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں لیکن غور کرنے سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوجہ خلاف ہونے صحابہ و سلف صالحین کے خلاف اولیٰ ضرور ہے نیز چونکہ مدار احکام شرعیہ کا حساب قمری پہ ہے اس لیے اس کا محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریقہ انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اس کا استعمال رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کا آلہ یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے پس حساب قمری کا استعمال اس درجہ میں مطلوب شرعی ہوا پس مسلمانوں سے بہت بعید ہے کہ ایک جانب ایک امر مطلوب شرعی بھی ہو دوسری جانب دوسرا امر کسی درجہ میں مزاحم امر شرعی کا ہو پھر مطلوب کو چھوڑ کر بلا ضرورت اس کے مزاحم کو اختیار کرے خصوصاً اس طور پر کہ اس مطلوب سے کوئی خالص تعلق اور دلچسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو رائج قرار دینے لگے۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۲۲)

حق تعالیٰ نے تو اپنے احکام کے لیے چاند کے حساب کو پسند فرمایا اور احکام شرعیہ اسی پر دائر فرمائے اور حسب تصریح فقہاء کرام اس کو محفوظ رکھنا امت پر فرض کفایہ ہے لیکن ہمارے ہاں صورت حال یہ ہے کہ تمام سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں قمری حساب اور تاریخ کا دور تک بھی پتہ نہیں۔ وہاں صرف شمسی حساب اور تواریخ کا رواج ہے، حکومتی نظام

سے متعلق افراد اور اسکول و کالج کے طلبہ و طالبات چونکہ شمسی حساب کے ہی پابند ہیں اس لیے انہیں اگر قمری حساب اور تاریخ کا علم نہ ہو تو یہ کوئی عجوبہ نہیں افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ اب دینی مدارس کے طلبہ و طالبات اور دینی جامعات کے فضلاء و علماء کو بھی قمری حساب اور تاریخ سے دلچسپی ختم ہو رہی ہے اور ان کے ہاں بھی شمسی تاریخ اور حساب کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ نے اس پر ”احکام القرآن“ میں یوں کلام فرمایا ہے:

”ومن هذا علم ان استعمال الحساب الشمسى فى المكاتبات والمخطابات والمعاملات وان كان جائزاً فلا ريب انه خلاف الاولى لكونه خلاف سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وسنة اصحابه والسلف الصالحين وايضاً فلما كان مدار الاحكام الشرعية والعبادات الدينية على الحساب القمري كان حفظه وضبطه فرضاً على الكفاية واحسن طرقة وايسرها ان يستعمل فرى المكاتبات والمخطابات والمعاملات اليومية ولا يخفى ان الاتيان بفرض الكفاية عبادة وما كان طريقاً الى حفظه فهو عبادة ايضاً فاستعمال الحساب القمري مطلوب شرعاً وبعيد من المسلم ان يترك المطلوب الشرعى ويستعمل الحساب الشمسى الذى هو ضده فى الجملة ويعدم منه كل البعدان يميل الى هذا الضد بحيث لا يبقئ له ميل الى المطلوب الشرعى بالمرّة كما هو مشاهد من غوائد اكثر المسلمين فى هذا الزمان بل ومن عادة كثير من الصلحاء ايضاً الى الله المشتكى من انقلاب القلوب وميلها الى العيوب المردية الى الذنوب وكل ذلك مع دعواهم بغض النصارى وقد اشرب

فی قلوبہم حب النصرانیۃ، اعاذنا اللہ من ذلک وزقنا حب السنۃ النبویۃ العوائد الاسلامیۃ انہ سمیع مجیب“۔ (احکام القرآن ص ۱۹۸ ج ۱)

ہمارے ہاں اب صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل کو اسلامی مہینوں کے نام تو کیا ہفتہ کے سات دن کے نام بھی اردو میں نہیں آتے، جب انہیں جمعۃ المبارک کا نام ہی معلوم نہیں تو اس روز کی اہمیت و فضیلت اور اس سے متعلق احکام کا انہیں کیسے پتہ چلے گا اسی طرح جہاں اسلامی مہینوں کے نام تک نہیں بتائے جائیں گے وہاں رمضان المبارک کے روزہ اور حج و قربانی کا کیا تذکرہ، اس کے نتائج یقیناً بڑے بھیانک ہوں گے کہ مسلمانوں کی آنے والی آئندہ نسلوں کو شعائر اسلامی کا بھی بمشکل ہی علم ہوگا۔ اس لیے یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے کہ اسلامی تواریخ اسلامی مہینوں اور پاکستان کی قومی زبان اردو کو فروغ دیا جائے۔ ہمارے ہاں حکومتی اور دینی اداروں میں سنہی تاریخ کے ساتھ قمری تاریخ اور ہجری سال لکھنے کا اہتمام بھی کیا جائے انہیں اسلامی بارہ مہینوں کے نام اور ان سے متعلق ضروری اسلامی ہدایات و تعلیمات سے بھی روشناس کرایا جائے۔

احقر کو خوب یاد ہے کہ ہمارے بچپن اور طالب علمی کے زمانہ میں ہر اسلامی مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد اکثر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ خود ہی اعلان فرماتے تھے کہ نماز سے فارغ ہو کر سب طلبہ چاند دیکھیں، چاند دیکھنے والوں میں ہم بھی شامل ہوتے تھے اور رویت ہلال میں طلبہ میں مسابقہ ہوتا تھا جو پہلے چاند دیکھنے میں کامیاب ہو جاتا اسے شاباش دی جاتی تھی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ہاں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں بھی یہی طریقہ تھا کہ ہر ماہ کی ۲۹ تاریخ کو وہاں اعلان ہوتا تھا کہ نماز کے بعد چاند دیکھیں۔

اب اس سلسلہ میں سارا مدار رویت ہلال کمیٹی اور دوسرے اداروں پر ہی رکھ دیا

جاتا ہے خود چاند دیکھنے میں دلچسپی نہیں لی جاتی حالانکہ عوام الناس کے علاوہ علماء و طلبہ میں اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔

یہ تقریباً پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ احقر حضرت والد ماجد قدس سرہ کے ساتھ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر تھا وہاں ایک مہمان اور بھی تشریف رکھتے تھے، تعارف پر معلوم ہوا کہ عالم فاضل ہیں اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں دورہ حدیث شریف کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے استفسار فرمایا کہ آپ نے کب دورہ حدیث شریف کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں ہجری اور اسلامی سال ۱۳۷۴ھ بتایا اس پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بے حد خوش ہوئے اور ان کے جواب کی بڑی تعریف فرمائی لیکن اب اس کا رواج بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اسلامی مدارس کے طلبہ علماء اور فضلاء بھی قمری سال کی بجائے شمسی سال ہی بتاتے ہیں۔

سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ میں یہ واقعہ نظر سے گزرا تھا کہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیم نے دارالعلوم کے نظام تعلیم کو شمسی تواریخ سے مربوط کر دیا اور اسی حساب کے مطابق نقشہ بنا کر حضرات اساتذہ کرام کو پیش کیا گیا، حضرت مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اس سے اتفاق نہ تھا اس لیے انہوں نے ناظم تعلیمات کو ایک منظوم مکتوب گرامی شکوہ کے طور پر تحریر فرمایا جس میں درج ذیل اشعار بھی تھے۔

السلام اے واقف سیر نجوم	ناظم تعلیم درد دارالعلوم
من نہ دانم جنوری و فروری	ہمیں بگو با ما سن پیغمبری
روح ما از قمر رمضان گشت ست	بے خبر از جون و جولائی اگست

پوری نظم ”تذکرہ ادریس“ میں درج ہے، اس شکوہ کا جواب اور پھر اس پر حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا محاکمہ بھی لکھا گیا تھا یہ پوری بحث بڑی دلچسپ اور قابل دید ہے۔

اسلامی بارہ مہینوں سے متعلق اسلامی تعلیمات و ہدایات پر مشتمل بہت سے رسائل اور کتب موجود ہیں، حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”ماثبت بالسنۃ“ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”زوال السنۃ“ اور احقر کے جد امجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمٹھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”الفصائل والاحکام للشہور والایام“ یعنی بارہ مہینوں کے فضائل و احکام نہایت مقبول و مفید کتابیں ہیں جن سے ان مہینوں میں کرنے والے مسنون اعمال کے ساتھ ان میں پائی جانے والی رسومات و منکرات کا بھی علم ہوگا جن سے بچنا مسلمانوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ خاص ماہ محرم الحرام سے متعلق حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ مفیدہ ”السعی المشکور فی احکام العاشور“ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے، اور حضرت دادا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کا انگلش ترجمہ بھی The Twelve Islamic Month کے نام سے دارالاشاعت کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اہل علم طلبہ و علماء کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام ان گزارشات پر غور فرمائیں گے۔

من آنچہ شرط وفا ہست باتومی گوئیم

تو خواہ از بخنم پند گیر خواہ ملال

فقط احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

غرمہ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ۶ نومبر ۲۰۱۳ء

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

وسوسے ایمان کے منافی نہیں اور ان پر مؤاخذہ بھی نہیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ صدرہا ما لم تعمل بہ او تتکلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے برے خیالات اور وسوسوں کو معاف کر دیا ہے، ان پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، جب تک ان پر عمل نہ ہو اور زبان سے نہ کہا جائے۔ (بخاری و مسلم) تشریح: انسان کے دل میں بعض اوقات بڑے گندے خیالات اور خطرات آتے ہیں اور کبھی کبھی منکرانہ اور ملحدانہ سوالات و اعتراضات بھی دل و دماغ کو پریشان کرتے ہیں، اس حدیث میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ یہ خیالات اور وساوس جب تک کہ صرف خیالات اور وساوس ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، ہاں جب یہی خیالات خطرات و وساوس کی حد سے بڑھ کر اس شخص کا قول یا عمل بن جائیں تو پھر ان پر مؤاخذہ اور محاسبہ ہوگا۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ رجل فقال انی احدث نفسی بالشیء لان اکون حمة احب الی من ان اتکلم بہ قال الحمد لله الذی ردا مرہ الی الوسوسة۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: کبھی کبھی میرے دل میں ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ

جل کر کوئلہ ہو جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان کو زبان سے نکالوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی حمد اور اس کا شکر ہے جس نے اس کے معاملہ کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ یہ غمگین اور فکر مند ہونے کی بات نہیں بلکہ اس پر اللہ کا شکر کرو کہ اس کے فضل و کرم اور اس کی دستگیری نے تمہارے دل کو ان برے خیالات کے قبول کرنے اور اپنانے سے بچا لیا ہے اور بات وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھنے دی ہے۔
عن ابی ہریرۃ قال جاء ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه انانجدفنى انفسنا مايتعاضم احدنا ان يتكلم به؟ قال اوقد وجدتموه؟ قالوا نعم! قال ذاك صريح الايمان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے دلوں میں ایسے برے خیالات اور وسوسے پاتے ہیں کہ ان کو زبان سے کہنا بھی بہت برا اور بہت بھاری معلوم ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا واقعی تمہاری یہ حالت ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! یہی حال ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو خالص ایمان ہے۔ (مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی یہ کیفیت کہ وہ دین و شریعت کے خلاف وساوس سے اتنا گھبرائے اور ان کو اتنا برا سمجھے کہ زبان سے ادا کرنا بھی اس کو گراں ہو، یہ خالص ایمانی کیفیت ہے۔

(معارف الحدیث ص ۱۶۰)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا آج کل حریت کا غلبہ ہے مگر حریت وہ مطلوب ہے جس میں راحت ہو اور شرعی حدود کے اندر ہونہ کہ جس سے حدود میں خلل پڑے، مجھے تو یہاں تک آزادی کی قدر ہے کہ ایک دفعہ ریل میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب کا ساتھ ہو گیا، خواجہ صاحب نے تعارف کرایا، اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا، ہم سب نے نماز کا اہتمام کیا مگر وہ بیٹھے رہے ان کا نام عزیز الدین تھا خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم ان سے نماز کو کہو تو اثر ہوگا، میں نے کہا کہ جنت میں تو جائیں عزیز الدین اور احسان ہو اشرف علی پر، میں بلا ضرورت زیادہ روک ٹوک نہیں کیا کرتا کہ دوسرے کے مقصود آزادی کے خلاف ہے البتہ ضرورت شرعیہ مستثنیٰ ہے، وہ سمجھتے تھے کہ شاید نماز کے بعد یہ منہ سے بھی نہ بولے مگر میں ان سے ویسے ہی انبساط کے ساتھ ملا اور باتیں کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ اس نے تو مجھے ذبح ہی کر دیا، اگر نماز کیلئے مجھ سے کہتا تو مغرب تو پڑھ لیتا مگر اس کے بعد پھر کچھ نہیں اور اب مغرب تو قضا ہوئی مگر اور سب نمازیں قائم ہو گئیں، پھر ایک عرصہ کے بعد وہ ہمارے ضلع میں سپر ڈنٹ پولیس ہو کر آئے اور میرے پاس ملنے آئے تو ان کے اردلی سے معلوم ہوا کہ اب نماز کے بہت پابند ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اجلاس بھی وضو کر کے کرتے ہیں، تو حریت کے حدود یہ ہیں اور اگر حریت ایسے ہی عام ہے تو میں کہتا ہوں کہ پھر حریت علی الاطلاق مطلوب ہی نہیں بلکہ بعض اسیری بہتر ہے ایسی آزادی سے، قال السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اسیرش نہ خواہد رہائی زبند

شکارش نہ جوید خلاص از کمند

قال الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

گرد و صد زنجیر آری بگسلم غیر زلف آن نگار مقبلم

فرمایا میرے اس سفر میں جو خط سے آنے کی اجازت مانگتا ہے تو میں لکھ دیتا ہوں کہ کچھ معلوم نہیں کہ جب آؤ تو میں یہاں ہوں یا نہ ہوں اور اس وقت مصلحت یا فرصت ملنے کی ہو یا نہ ہو، بعض ذہین ہوشیار آدمی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر تم نہ ہوئے یا ہمیں اجازت ملنے کی نہ ہوئی تو ہم کو رنج نہ ہوگا مگر ایک مخلص نے لکھا ہے کہ میں حالت موجودہ میں اس لئے نہیں آتا کہ اگر میں آیا اور تم نہ ہوئے اور پھر تم کو معلوم ہوا تو تم کو اس کا رنج ہوگا کہ فلاں شخص آیا تھا مگر میں نہیں ملا تو تمہارا یہ واقعی رنج مجھ کو گوارا نہیں اس لئے نہ ملنے کو ملنے پر ترجیح دی، کسی ایسے ہی عاشق کا شعر ہے۔

ارید وصالہ ویرید ہجری فاترك ما ارید لما یرید

عارف شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے۔

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق ترک کام خود گرفتہ تا برآید کام دوست فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تو محبت میں رونا آتا ہے دعا کیجئے کہ یہ محبت قائم رہے، میں نے جواب دیا کہ میں تو ہنسنے کی محبت کی دعا کرتا ہوں نہ کہ رونے کی محبت کی، البتہ باطنی حالت ایسی ہونی چاہئے جیسے کہا گیا ہے۔

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو کہ بنی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نظام دکن کو اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا اشتہار بھی بھیجا ہے فرمایا ایک معنی سے تو صحیح ہے (کہ آدم و اولاد آدم انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے مصداق ہیں) مگر اس میں تو عموم ہے اور اس شخص کی مراد خاص ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

فقہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

مرزائیوں کے متعلق ججوں کے فیصلے

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده:

بعدہ گزارش آنکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے فرقے کے مخصوص عقائد کا خلاف اسلام اور کفر ہونا ایسا کھلا ہوا اور ظاہر ہے کہ میں اس کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی کسی قسم کے شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے تیرہ سو سالہ دور میں سینکڑوں فتنوں نے جنم لیا، اور مختلف قسم کے اختلافات رونما ہوئے مگر چودھویں صدی کا یہ فتنہ مرزائیت مسلمانوں کے لیے سب سے بڑھ کر مضرت رساں ثابت ہوا، تحریک مرزائیت کے بانی نے اگرچہ ابتداء میں اپنے آپ کو خادم اسلام ظاہر کیا تھا، مگر آہستہ آہستہ اس نے اسلام کے بنیادی اور اصولی مسائل کو بدل کر مسلمانوں سے علیحدہ ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھ دی اور مسلمانوں کے اندر اختلاف اور افتراق پیدا کر دیا، یہاں تک کہ اس فرقہ کے اپنے بانی کی ذاتی درخواست پر اسے سرکاری ریکارڈ پر مسلمانوں کے فرقہ سے باہر ظاہر کیا گیا جیسا کہ جناب محمد اکبر صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کے فیصلہ میں لکھا ہے کہ:

”جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۹۰۱ء میں رکھی گئی اور مرزا صاحب کی اپنی ذاتی درخواست پر اسے سرکاری ریکارڈ پر مسلمانوں کے فرقہ سے باہر ظاہر کیا گیا“۔ (ص ۱۱ فیصلہ جج مذکور)

نیز اپنے بانی کی ہدایت کے مطابق یہ فرقہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے اور مسلمانوں کے بچہ تک کے جنازہ پڑھنے کو ناجائز تصور کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے

ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح اور شادی کرنا بھی ممنوع سمجھتا ہے، چنانچہ مرزا بشیر احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

(۱) ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے غیر احمدیوں (مسلمانوں) کے پیچھے خواہ وہ کسی طبقہ یا خیال کے ہوں نماز پڑھنا قطعاً حرام قرار دیا ہے..... اگر ہم کسی ایسی جگہ جاویں جہاں مسیح موعود کا نام نہیں پہنچا تو وہاں بھی ہم کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے۔ غرض غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی ہمارے خیال میں ہر صورت میں حرام اور قطعی حرام ہے (ریویو آف ریلیجنز نمبر ۲ نمبر ۲ جلد ۱۸ ص ۱۰)

(۲) بچہ تو گنہگار نہیں ہوتا، اس کو جنازہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ تو دعا ہوتی ہے اس کے پسماندگان کے لیے اور اس کے پسماندگان ہمارے نہیں بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں اس لیے بچہ کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ (مسئلہ جنازہ کی حقیقت ص ۲۱۳) اور فتاویٰ احمدیہ ص ۳۸۴ ج ۱ پر بھی بعینہ یہ عبارت مذکور ہے۔

(۳) غیر احمدیوں کو نکاح میں لڑکی دینا ہمارے نزدیک ممنوع ہے، حضرت مسیح موعود نے اس سے روکا ہے اور اگر نہ بھی روکتے تو ویسے بھی ایک باغیرت احمدی کا دل کس طرح یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ اپنے لخت جگر کو خدا کے مسیح کے منکروں کے حوالہ کر دے، وہ قوم جس پر اللہ کے غضب کی آگ نازل ہو رہی ہو (یعنی غیر احمدی) اس سے دور بھاگنا چاہیے نہ کہ ان کے اندر گھسنا چاہیے۔ (ریویو مذکور ص ۱۱)

یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نہ ماننے اور اس کی بیعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے سب مسلمانوں کو یہاں تک کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی نہیں سنا ان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کے جنازہ پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی

لڑکیاں نکاح کر کے دینا حرام سمجھتا ہے۔ چنانچہ مرزا محمود اس فرقہ کا خلیفہ ثانی لکھتا ہے:

”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں“۔ (آئینہ صداقت ص ۳۵)

اس مختصر تحریر میں ان چند حوالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ اس قسم کی بیسیوں عبارتیں اس فرقہ کی تحریروں سے نقل کی جاسکتی ہیں۔

جب اس فرقہ کے بانی کی تحریرات شائع ہوئیں جن سے مسلمانوں کی تکفیر اور اس فرقے کی مسلمانوں سے علیحدگی اور جدائی واضح ہو رہی تھی تو اسی وقت علماء کرام اور مشائخ عظام نے اس فرقہ کے خلاف اسلام نظریات کی تردید پر قلم اٹھایا تھا، مگر جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے (جن میں سے اکثر کو اپنے مذہبی عقائد اور اسلامی تعلیمات کے بارہ میں ابتدائی معلومات بھی کم حاصل ہوتی ہیں) علماء اور مشائخ کی اس سعی اور کوشش کو جو محض اسلامی جذبہ کے ماتحت تھی، مذہبی تنگ نظری اور تعصب پر محمول کر کے اس کی طرف سے لاپرواہی اختیار کی اور بے توجہی سے کام لیا لیکن جب یہ فتنہ بڑھا اور اس فرقے کے عقائد کا خلاف اسلام ہونا روشن سے روشن تر ہو گیا تو پھر علماء کرام کے علاوہ اس فرقہ کے خارج از اسلام ہونے اور اس کے ساتھ نکاح شادی کے ناجائز ہونے کے متعلق کئی فیصلے روشن خیال اور وسیع النظر ”جدید تعلیم یافتہ“ جج صاحبان نے بھی کیے۔

اس وقت ان عدالتی فیصلوں میں سے دو فیصلوں کا مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے جن میں اس فرقہ مرزائیہ کے کافر اور مرتد ہونے کی بنا پر ان کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ جو نکاح اسلام کی حالت میں ہو چکا تھا، مرزائی ہو جانے کی وجہ سے اس کو بھی فسخ کر دیا گیا ہے۔

اس فرقہ کی ان عبارات اور حج صاحبان کے ان فیصلوں کے بغور مطالعہ کر لینے کے بعد اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ فرقہ مسلمانوں کے متعلق کس قسم کے خیالات رکھتا ہے جو لوگ اس فرقہ کی کتابوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کو بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک اسلامی فرقہ سمجھتے ہیں، اگر وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ اس فرقہ کی صرف مندرجہ بالا عبارات پر ہی غور فرمائیں تو ان کو یقین ہو جائے کہ ان کے حسن ظن کے برعکس یہ فرقہ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا، اور تمام مسلمانوں کو مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج سمجھ کر ان کے ساتھ خود ہی اپنے مذہبی تعلقات کو منقطع اور ختم کر چکا ہے۔

پہلا فیصلہ بہاول پور

جب علاقہ بہاول پور کا ایک شخص مسیٰ عبدالرزاق مرزائی ہو گیا اور اس کی بیوی مسماۃ غلام عائشہ نے سن بلوغ کو پہنچ کر چوبیس جولائی ۱۹۲۶ء کو اپنا نکاح اس بنا پر فسخ کرانے کے لیے عدالت منصفی احمد پور شرقیہ میں دعویٰ دائر کیا کہ میرا شوہر مرزائی ہو گیا ہے اور یہ مقدمہ ۱۹۳۱ء تک ایک دفعہ انتہائی مراحل اپیل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ریاست کی عدالت اعلیٰ دربار معلیٰ سے ابتدائی حیثیت میں ڈسٹرکٹ جج صاحب ضلع بہاول نگر کی عدالت میں بغرض تحقیق شرعی واپس ہوا، تو صاحب ممدوح نے مدعیہ مسماۃ غلام عائشہ کی طرف سے جناب مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ العباسیہ (خلیفہ پیر مہر علی شاہ صاحب) اور جناب مولانا محمد حسین کولوتار مبلغ اسلام کی شہادت لینے کے بعد فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند مشہور اور معروف علماء کو بغرض شہادت پیش کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم

دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند، جناب مولانا محمد نجم الدین صاحب سابق پروفیسر اور ٹیل کالج لاہور شہادت کے لیے پیش ہوئے۔ اور مدعا علیہ مسملی عبدالرزاق کی پشت پناہی کے لیے قادیان کا خزانہ اور منظم جماعت موجود تھی جس کا مدعا علیہ فخریہ اعلان بھی کیا کرتا تھا۔ لیکن علماء کرام کے بیانات اور صداقت کی طاقت کے سامنے باطل کی پوری قوت بالکل بے بس اور عاجز ہو گئی اور اس کی تمام طاقتیں در ماندہ اور لاچار ہو کر رہ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی امداد سے حق و باطل کے اس عظیم معرکہ میں اہل حق و صداقت نے فتح عظیم حاصل کی اور کامل دو سال کی تحقیق شرعی اور تنقیح کے بعد ۱۹۳۵ء کو عالی جناب محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج صاحب نے فیصلہ مدعیہ غلام عائشہ کے حق میں صادر کر دیا۔ یعنی کہ اس کا جو نکاح مسملی عبدالرزاق سے ہوا تھا، عبدالرزاق کے مرزائی ہو جانے سے وہ نکاح فسخ ہو گیا، جج صاحب موصوف نے اپنے فیصلہ میں تحریر فرمایا ہے:

(۱) مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی مانتا ہے، اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے یعنی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کرنے سے جو قباحیتیں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہیں، اس لیے مدعا علیہ اس اجماعی (اتفاقی) عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا۔ (فیصلہ مقدمہ بہاول پور ۱۲۸)

(۲) علاوہ ازیں احمدی (مرزائی) مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ شرع محمدی پر مستزاد (زیادہ) ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں، مثلاً چند ماہواری کا دینا جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے، زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی

کی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں نہ دینا، کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں، مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی تو جیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے کیوں ان کو لڑکی نکاح میں نہیں دیتے اور کیوں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ تو جیہیں اس لیے کارآمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں اس لیے وہ ان کے نقطہ نظر سے شریعت کے احکام سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ (فیصلہ مذکور ص ۱۴۹)

(۳) مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب (جھوٹے) مدعی نبوت ہیں اس لیے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جاوے گا۔ لہذا ابتدائی تنقیحات جو ۴ نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دیا گیا کہ مرزا صاحب مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ (ص ۱۴۹ فیصلہ مذکور)

(۴) لہذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی وجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حق دار ہوگی۔ (ص ۱۴۹ فیصلہ مذکور)

نچ صاحب کے اس عدالتی فیصلہ نے نہ صرف یہ کہ مدعا علیہ مسملی عبدالرزاق کے مرزائی مذہب قبول کر لینے کی وجہ سے اس کے کافر اور مرتد ہونے کا فیصلہ صادر کر کے اس کے فسخ نکاح کا اعلان کر دیا بلکہ غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے تمام مرزائیوں کے

کافر اور مرتد ہونے کی بھی تصدیق کر دی۔

جن دلائل کی روشنی میں عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے، ان پر جج صاحب مذکور نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے فاضلانہ بحث کی ہے، جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور ”فیصلہ مقدمہ بہاول پور“ کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اور علماء کرام کی وہ شہادتیں جو اس مقدمہ میں پیش ہوئیں وہ بھی ”بیانات علماء ربانی“ کے نام سے تقریباً اڑھائی سو صفحات پر شائع ہو چکی ہیں اور ان بیانات کے آخر میں بطور ضمیمہ کے ان فتاویٰ کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، جو مختار مدعیہ کی طرف سے ہندوپاک کے مختلف علمی مراکز، از ہر ہند دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، دہلی، ریاست بھوپال، مدرسہ عالیہ رام پور، ڈابھیل، ملتان، بہاول پور، کے علاوہ مکہ معظمہ کے رئیس القضاۃ (چیف جسٹس) سے حاصل کر کے عدالت میں پیش کیے گئے تھے اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ ہیں۔ جو شخص مرزائی مذہب کو قبول کر لیتا ہے وہ بھی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا سابقہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

دوسرا فیصلہ راولپنڈی

واقعہ یہ ہے کہ مسماۃ امت الکریم بنت کرم الہی محلہ ٹرنک بازار کی شادی لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک ولد ماسٹر محمد دین اعوان محلہ کرشن پورہ راولپنڈی کے ساتھ ۵ ستمبر ۱۹۴۹ء بعض دو ہزار روپے مہر طے پائی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسم نکاح ایک خفی عالم نے سرانجام دیں اور ۱۶ جولائی ۱۹۵۱ء کو مسٹر نذیر الدین نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی۔ مسماۃ امت الکریم نے لیفٹیننٹ نذیر سے دو ہزار روپے حق مہر اور جہیز کے حاصل کرنے کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔

میاں محمد سلیم صاحب سینئر سول جج صاحب راولپنڈی نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی

بتلایا ہے:

”کہ قادیانی اہل کتاب نہیں کہے جاسکتے، مسماۃ امت الکریم قادیانی احمدی ہے پس شادی کے موقع پر وہ غیر مسلم تھی، مدعا علیہم کے بیان کے مطابق یہ شادی قطعی طور پر غیر آئینی ہے۔ لہذا قانونی طور پر معاوضہ کا مطالبہ بھی قابل قبول نہیں“۔ (از مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں ص ۴)

اس فیصلہ کی بنیاد پر سینئر سول جج صاحب نے مسماۃ امت الکریم کو جہیز کی قیمت ۲۳۰۳ روپے کی ڈگری تو دیدی لیکن حق مہر حاصل کرنے سے متعلق اس کی اپیل کو مسترد کر دیا سینئر سول جج کے اس فیصلہ کے خلاف مسماہ امت الکریم نے اپنے سابق شوہر سے حق مہر ۲۰۰۰ روپے کی رقم کے حاصل کرنے کے لیے عالی جناب شیخ محمد اکبر صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی کی عدالت میں درخواست دیدی اور لیفٹیننٹ نذیر الدین نے اپنے جوابی دعویٰ میں ماتحت عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف درخواست دیدی کہ اسے جہیز کی ۲۳۰۳ روپے کی رقم ادا کرنے سے چھٹکارا دلایا جاوے۔ فاضل جج نے ماتحت عدالت کے فیصلہ کا اچھی طرح جائزہ لے کر اپنے فیصلہ میں لکھا کہ مذکورہ بالا بحث و تحقیق مجھے مندرجہ ذیل نتائج پر لاتی ہے جو میں درج رجسٹر کر رہا ہوں:

(۱) مسلمان اس بات پر قطعاً متفق ہیں کہ نبی اسلام خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(۲) مسلمان اس بات پر قطعاً متفق ہیں کہ کوئی بھی شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کی آمد پر اعتقاد رکھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

(۳) مسلمان قطعاً اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی قادیانی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۴) اپنے ان اقوال اور تحریروں کے سائے میں جو مرزا غلام احمد کی ہیں یا ان

کے جانشینوں اور پیروکاروں کی ہیں۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو اسی طرح کی وحی کا نزول ہوتا تھا جیسا کہ وحی نبوت تھی۔

(۵) خود مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے خود ان کی نبوت کی تردید و تکذیب ہو جاتی ہے۔

(۶) مرزا صاحب نے اپنی حیثیت کا اظہار ایک مکمل نبی کی طرح کیا ہے، جیسا کہ عالمگیر حیثیت رکھنے والے نبیوں کی ہے۔

(۷) ہمارے نبی آخر الزمان کے بعد وحی نبوت کا نزول ناممکن ہے اور جس کا اس امر پر ایمان ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا بحث اور نتائج کی روشنی میں، میں خیال کرتا ہوں کہ بڑے محتاط طریق سے یہ کہا جاتا ہے کہ ٹرائل کورٹ کی طرف سے جو فیصلہ صادر کیا گیا تھا وہ قطعاً درست ہے۔ امت الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں اس لیے میں اسے خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹیننٹ نذیر الدین کی اپیل کا تعلق ہے مسٹر ظفر محمود ایڈووکیٹ نے اس کے متعلق بہت امور مجھ کو بتائے ہیں امت الکریم کی جہیز کی چیزیں اس کے قبضہ میں ثابت ہوئی ہیں، ان کی قیمت بہت محتاط طریقہ پر لگائی گئی ہے۔ مجھے اس کی اپیل میں بھی کوئی وزن نظر نہیں آتا لہذا میں اسے بھی خارج کرتا ہوں۔

دستخط محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی

3/6/55

(منقول از مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں ص ۲۴)

سید عبدالشکور ترمذی مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

فقہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

شراب کی حرمت اور اس کے مفاسد

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر۔
ترجمہ: شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض
وعداوت پیدا کرے۔

اسلامی سیاست اور عام سیاستوں کا فرق عظیم

یہ پیغمبرانہ تربیت اور اسلامی سیاست کا لازمی نتیجہ تھا کہ نشہ کی عادت جس کا چھوڑنا
انتہائی مشکل ہوتا ہے اور عرب میں اس کا رواج اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ چند گھنٹے اس کے
بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کیا چیز تھی جس نے ایک ہی اعلان کی آواز کان میں پڑتے ہی
ان سب کے مزاجوں کو بدل ڈالا، ان کی عادتوں میں وہ انقلاب پیدا کر دیا کہ اب سے چند
منٹ پہلے جو چیز انتہائی مرغوب بلکہ زندگی کا سرمایہ سمجھی جاتی تھی وہ چند منٹ کے بعد انتہائی
مبغوض اور فحش و ناپاک ہو گئی جیسا کہ حرمت شراب کے حکم پر مسلمانوں کے عمل سے واضح
اور اسلامی تاریخ سے ثابت ہے۔

غیر اسلامی سیاست

اس کے بالمقابل آج کی ترقی یافتہ کہلانے والی سیاست کی ایک مثال کو سامنے
رکھیے کہ اب سے چند سال پہلے امریکہ کے ماہرین صحت اور سماجی مصلحین نے جب
شراب نوشی کی بے شمار اور انتہائی مہلک خرابیوں کو محسوس کر کے ملک میں شراب نوشی
کو قانوناً ممنوع کرنا چاہا تو اس کے لیے اپنے نشر و اشاعت کے وہ نئے سے نئے ذرائع
جو اس ترقی یافتہ ملک میں سیاست کا بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، سب ہی شراب نوشی کے خلاف

ذہن ہموار کرنے پر لگا دیے، سینکڑوں اخبارات اور رسائل اس کی خرابیوں پر مشتمل ملک میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کیے گئے، پھر امریکی دستور میں ترمیم کر کے امتناع شراب کا قانون نافذ کیا گیا، مگر ان سب کا اثر جو کچھ امریکہ میں انہوں نے دیکھا اور وہاں کے ارباب سیاست سے پوری دنیا کے سامنے آیا وہ یہ تھا کہ اس ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قوم نے ممانعت قانونی کے زمانہ میں عام زمانوں کے نسبت بہت زیادہ شراب استعمال کی، یہاں تک کہ مجبور ہو کر حکومت امریکہ کو اپنا قانون منسوخ کرنا پڑا۔

اس عظیم الشان فرق کا سبب اور راز

ذرا غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ شریعت اسلام نے صرف قانون کو قوم کی اصلاح کے لیے کبھی کافی نہیں سمجھا بلکہ قانون سے پہلے ان کی ذہنی تربیت کی اور فکر آخرت کے کمیادی نسخہ سے ان کے مزاجوں میں ایک بڑا انقلاب لا کر ایسے افراد تیار کر دیے جو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی جان و مال و آبرو سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے، جب جان نثاروں کی جماعت تیار ہو گئی اس وقت قانون جاری کیا گیا، ذہنوں کو ہموار کرنے کے لیے امریکہ نے بھی اپنے بے مثال ذرائع استعمال کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہوگی مگر ان کے سامنے عقیدہ قیامت اور فکر آخرت نہیں تھا اور مسلمانوں کی رگ و پے میں فکر آخرت سمائی ہوئی تھی۔

کاش! آج بھی ہمارے ارباب بست و کشاد اس مجرب نسخہ کی کیا فکر آخرت کو استعمال کر کے دیکھیں تو دنیا کو امن و سکون نصیب ہو جائے۔

شراب کے بدنی نقصانات

بدن انسانی پر شراب کے بڑے بڑے مضر اثرات اور نقصانات یہ ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ معدے کے فعل کو فاسد کر دیتی ہے، کھانے کی خواہش کم کر دیتی ہے، چہرے کی ہیئت

بگاڑ دیتی ہے، پیٹ بڑھ جاتا ہے، مجموعی حیثیت سے تمام قویٰ جسم پر یہ اثر پڑتا ہے جو ایک جرمنی کے ڈاکٹر نے بیان کیا ہے کہ جو شخص شراب کا عادی ہو چالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی ساخت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ساٹھ سالہ بوڑھے کی وہ جسمانی اور قوت کے اعتبار سے سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کی طرح ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ شراب جگر اور گردوں کو خراب کر دیتی ہے۔ سل کی بیماری شراب کا خاص اثر ہے، یورپ کے شہروں میں اس کی کثرت کا بڑا سبب شراب ہی کو بتلایا جاتا ہے۔

عقل پر شراب کا نقصان

عقل پر شراب کی مضرت یوں تو ہر شخص ہی جانتا ہے کہ شراب پی کر جب تک نشہ رہتا ہے، اس وقت تک عقل کام نہیں کرتی لیکن اہل تجربہ اور ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ نشہ کی عادت خود قوت عاقلہ کو ہی ضعیف کر دیتی ہے جس کا اثر ہوش میں آنے کے بعد بھی رہتا ہے۔ بعض اوقات جنون تک اس کی نوبت پہنچ جاتی ہے، اطباء اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ شراب نہ جز بدن بنتی ہے اور نہ اس سے خون بنتا ہے، جس کی وجہ سے بدن میں طاقت آئے بلکہ اس کا فعل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا ہیجان بعض اوقات اچانک موت کا سبب بن جاتا ہے جسے ڈاکٹر ہارٹ فیل ہونا کہتے ہیں۔

شراب سے شریانیں یعنی وہ رگیں جن کے ذریعہ سارے بدن میں روح پہنچتی ہے سخت ہو جاتی ہیں جس سے بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے، شراب کا اثر انسان کے حلقوم (گلے) اور تنفس پر بھی خراب ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز بھاری ہو جاتی ہے اور کھانسی دائمی ہو جاتی ہے وہی آخر کار سل تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔ شراب کا اثر نسل پر بھی پڑتا ہے، شرابی کی اولاد کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات اس کا نتیجہ قطع نسل تک پہنچتا ہے۔

یاد رکھنے کے قابل بات

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شراب پینے کی ابتداء میں بظاہر انسان اپنے جسم میں چستی و چالاکی اور تقویت محسوس کرتا ہے، اسی لیے بعض لوگ جو اس میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ان طبی نقصانات کا انکار کرتے ہیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب کا یہ زہر ایسا زہر ہے جس کا اثر تدریجی طور پر ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد یہ سب نقصانات اور مضرتیں مشاہدہ میں آنے لگتی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

شراب کے تمدنی نقصان

شراب کا ایک بڑا تمدنی نقصان یہ ہے کہ وہ اکثر لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہے اور پھر یہ بغض عداوت دور تک انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔

شریعت اسلام کی نظر میں یہ نقصان سب سے بڑا ہے، اس لیے قرآن نے سورہ مائدہ کی اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ اس نقصان کا ذکر فرمایا ہے جو شروع میں لکھی گئی۔

شراب کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ بے ہوشی کے عالم میں بعض اوقات آدمی اپنا خفیہ راز بیان کر ڈالتا ہے جس کا نقصان اکثر بڑا تباہ کن ہوتا ہے، خصوصاً اگر وہ حکومت کا ذمہ دار آدمی ہے اور راز بھی حکومت کا ہو، جس کے اظہار سے پورے ملک میں انقلاب آ سکتا ہے، اور ملکی سیاست اور جنگی مصالح سب برباد ہو سکتے ہیں، ہوشیار جاسوس ایسے موقع کے منتظر رہتے ہیں۔

شراب کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ایک کھلونا بنا دیتی ہے جس کو دیکھ کر بچے بھی ہنستے ہیں کیونکہ اس کا کلام اور اس کی حرکتیں سب غیر متوازن ہو جاتی ہیں۔

شراب کا ایک عظیم تر نقصان یہ ہے کہ وہ ”ام الخبائث“ ہے انسان کو تمام بڑے

سے بڑے جرائم پر آمادہ کر دیتی ہے، زنا اور قتل اکثر اس کے نتائج ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عام شراب خانے زنا اور قتل کے اڈے ہوتے ہیں۔

یہ شراب کی جسمانی مضرتیں اور اس کے ظاہری نقصانات ہیں۔

شراب کی روحانی مضرت

شراب کی روحانی مضرتیں اور اس کے باطنی نقصانات پر ایک نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ نشہ کی حالت میں نہ نماز ہو سکتی ہے، نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ اور کوئی عبادت اسی لیے قرآن کریم میں شراب کی مضرت کے بیان میں ہے:

”وَيَصِدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ - یعنی شراب تم کو ذکر اللہ اور نماز سے

روکتی ہے۔

شراب کی مالی مضرت اور نقصان

اب مالی مضرت اور نقصان کا حال سنیے جس کو ہر شخص جانتا ہے، کسی بستی میں اگر شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پوری بستی کی دولت کو سمیٹ لیتا ہے، اس کی قسمیں بے شمار ہیں اور بعض اقسام تو بے حد گراں اور مہنگی ہیں۔ یہ شراب کے دینی و دنیوی، جسمانی اور روحانی نقصانات اور مفاسد کی مختصر فہرست ہے جس کو رسول کریم ﷺ نے ایک کلمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ”ام الخبائث“ یا ”ام الفوحش“ ہے۔

جرمنی کے ایک ڈاکٹر کا قول

جرمنی کے ایک ڈاکٹر کا یہ مقولہ ضرب المثل ہے کہ اس نے کہا کہ:

”اگر آدھے شراب خانے بند کر دیے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ

آدھے شفا خانے اور آدھے جیل خانے بے ضرورت ہو کر بند ہو جائیں گے۔“

(المنار، مفتی عبدہ مصری)

ایک فرانسیسی محقق کا قول

ایک فرانسیسی محقق ہنری اپنی کتاب ”خواطر و سوانح فی الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

”بہت زیادہ مہلک ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دودھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا یہ شراب تھی، ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف یہ ہتھیار آزمایا لیکن ان کی اسلامی شریعت ہمارے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی اور ہمارے ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی چلی گئی، یہ لوگ اگر ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے جس طرح کہ ان کے ایک منافق قبیلہ نے قبول کر لیا ہے تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے، آج جن لوگوں کے گھروں میں ہماری شراب کے دور چل رہے ہیں وہ ہمارے سامنے اتنے حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں کہ سر نہیں اٹھا سکتے۔“

انگریزی قانون دان کا قول

(۲) ایک انگریزی قانون دان بنام لکھتے ہیں کہ:

”اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے، ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا لہذا افریقہ کے لوگوں کو بھی اس کی ممانعت ہونی چاہیے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دینی چاہئیں۔“

غرض جس بھلے مانس نے بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ یہ رجس (ناپاک) ہے، شیطانی عمل ہے، زہر ہے، تباہی ہے اور دین و دنیا کی بربادی کا ذریعہ ہے، اس ام النجائث سے باز آ جاؤ۔

انسداد جرائم کے لیے کمیٹیوں کا تقرر

معاشرہ میں بڑھتے ہوئے جرائم کے سد باب اور روک تھام کے لیے ہماری

حکومت بھی مختلف ذرائع استعمال کر رہی ہے، اس سلسلہ میں ”کرائمز کنٹرول کمیٹی“ بھی قائم کی جا رہی ہیں یہ ایک اچھا اقدام ہے روز افزوں جرائم اغوا، قتل، ڈاکہ زنی، فحش و بدکاری، کے پیش نظر ایسے اقدامات کی یقیناً ضرورت ہے، ہم توقع کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے جرائم میں کمی ہوگی۔ مگر اس کی افادیت اور اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ:

(۱) اس کمیٹی کے اراکین اس مقصد سے متفق ہوں ان میں کوئی فرد ایسا نہ ہو جو ان جرائم کے ارتکاب میں ملوث ہو۔

(۲) اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو جرائم پیشہ لوگوں کی سرپرستی کرتا ہو کیونکہ ہمارے ملک کے جرائم پیشہ لوگ اکثر و بیشتر ڈیرہ داروں اور وڈیروں کے زیر سایہ ہی جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، اگر جرائم پیشہ لوگوں کے سرپرست انسداد جرائم کمیٹیوں میں شامل کر لیے جائیں گے تو وہ جرائم کی رکاوٹ کی بجائے جرائم پیشہ لوگوں کی امداد کریں گے اور جرائم پیشہ لوگوں کی حوصلہ افزائی کا سبب ہوں گے اور اس طرح کمیٹی کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، اس لیے کمیٹیوں کی تشکیل کے وقت اس کا خاص طور پر لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ان میں کوئی جرائم میں ملوث یا ان کا سرپرست شخص شامل نہ ہو جائے۔

(۳) ایسے افراد کے ساتھ کسی طرح کا بھی نرم سلوک نہ کیا جائے جو قانونی طور پر گرفت میں آتے ہوں، نہ تو ان کے بارہ میں سفارش قبول کی جائے اور نہ ہی کسی اور طرح سے ان کو سہولت دی جائے۔ اگر چند افراد کو صحیح طور پر قرار واقعی سزا مل جائے تو دوسروں کو نصیحت حاصل ہو کر اصلاح احوال کی صورت پیدا ہو سکتی ہے ورنہ تو یہ کھیل بے مقصد ہو کر رہ جائے گا۔

(۴) جو خانے، قحبہ خانے، بازار حسن، ذرائع ابلاغ، ٹی وی، ریڈیو پر فحش و عریاں مواد کی اشاعت اور خرب اخلاق پروگراموں کی تشہیر پر مکمل پابندی لگائی جائے، وی سی آر کے ذریعہ بھارتی انگریزی اور پاکستانی فحش فلموں پر سخت پابندی لگائی جائے۔

(۵) حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ سے ایسی تمام برائیوں کا انسداد کرے جو معاشرہ کی پراگندگی کا سبب بنتی ہیں، خاص طور پر منشیات کے زہر کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لیے انتظامیہ کے اہم عہدوں پر سخت گیر اور ایماندار افراد متعین کیے جائیں تاکہ وہ بے جا سفارش اور ہر طرح کے لالچ سے بے نیاز ہو کر اپنا فرض منصبی ادا کر سکیں۔

حکومت سے مطالبہ

انسداد جرائم اور اصلاح معاشرہ کے لیے ان اقدامات کی فوری طور پر ضرورت ہے، ہمارا اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ اپنے وعدوں کے مطابق اسلامی نظام نافذ کرے، قوم اسلام کا نظام چاہتی ہے، ورنہ اسلامی اتحاد کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کر کے اس کو بھاری اکثریت سے کبھی کامیاب نہ کرتی۔

اب بغیر کسی تاخیر کے اسلامی نظام کا نفاذ ضروری ہے اور اسلامی اتحاد کی اولین ترجیح یہی ہونی چاہیے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرے۔

مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

عمار خان کانیا اسلام

(نوٹ: یہ تحریر مفتی عبدالواحد مدظلہ نے اپنی کتاب ”عمار خان کانیا اسلام.....“ کے پیش لفظ کے طور پر لکھی۔)

متجددین (Modernists) میں سے جاوید غامدی کو کچھ نا سمجھ لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان کی گمراہیوں کو نہ سمجھ سکے۔ جاوید غامدی بات کرتے ہیں تو قرآن و حدیث کے حوالے دیتے ہیں جس سے سننے والے یہ تاثر لیتے ہیں کہ یہ منکر حدیث نہیں ہیں۔ ان کی خرافات کو سمجھنے کے لیے ہمارے کتابچے ”تخنہ غامدی“ کا مطالعہ کیجئے۔ بعض اور حضرات نے بھی غامدی صاحب کی گمراہیوں کو کھولا ہے۔

مقام عبرت ہے کہ جاوید غامدی باقاعدہ عالم نہیں ہیں لیکن دو چار وہ افراد جو معروف مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں انہوں نے بھی غامدی صاحب کی بارگاہ عقیدت میں سر جھکا کر اپنے علم کو ان پر فدا کر دیا ہے۔

ان میں سے ایک غامدی صاحب کے شاگرد رشید مولوی عمار خان ناصر ہیں جو مشہور و معروف مولانا زاہد الراشدی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ عمار خان، جاوید غامدی کو ہم عصر اہل علم میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کے بے باک ترجمان ہیں۔ دونوں یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نیا ایڈیشن لوگوں میں پھیلانیں۔ مولوی عمار خان چونکہ مولوی بھی ہیں اس لیے وہ علم کے نام پر ایک تو علماء کے اندر انتشار پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور دوسرے عوام کو اہل حق علماء سے برگشتہ کرنے کے شغل کو بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب ان کے پشت پناہ ہیں اور اپنا عذر (excuse) وہ یوں پیش کرتے ہیں:

”آج کے نوجوان اہل علم جو اسلام کے چودہ سو سالہ ماضی اور جدید گلوبلائزیشن

کے ثقافتی ماحول کے سنگم پر کھڑے ہیں وہ نہ ماضی سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں اور نہ مستقبل کے ناگزیر تقاضوں سے آنکھیں بند کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ ماضی کے علمی ورثہ کے ساتھ وابستگی برقرار رکھتے ہوئے قدیم و جدید میں تطبیق کی کوئی قابل قبول صورت نکل آئے مگر انہیں دونوں جانب سے حوصلہ شکنی کا سامنا ہے اور وہ بیک وقت قدامت پرستی اور تجدید پسندی کے طعنوں کے ہدف ہیں۔ مجھے ان نوجوان اہل علم سے ہمدردی ہے۔ میں ان کے دکھ اور مشکلات کو سمجھتا ہوں اور ان کی حوصلہ افزائی کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ امت کے اجماعی تعامل اور اہل السنۃ والجماعۃ کے علمی مسلمات کا دائرہ کراس نہ ہو کیونکہ اس دائرے سے آگے بہر حال گمراہی کی سلطنت شروع ہو جاتی ہے۔“ (حدود و تعزیرات: 13)

جاوید غامدی اور عمار خان مولانا زاہد الراشدی صاحب کے معیار پر کس قدر پورے اترتے ہیں مولانا کو اس بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس تک نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ یہ نوجوان حق کے طالب ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عمار خان ہی کی تحریریں پڑھئے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے افکار میں پختہ اور جامد ہیں۔ حق طلبی سے انہیں دلچسپی نہیں ہے اور ان کی اصل غرض جاوید غامدی کے اور اپنے افکار کی اشاعت ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ جاوید غامدی صاحب تقدیر کا یہ اٹل فیصلہ سنا چکے ہیں کہ:

”اس گروہ (یعنی طبقہ دیوبند) کی عمر پوری ہو چکی۔ اس کی مثال اب اس فرسودہ

عمارت کی ہے جو نئی تعمیر کے وقت آپ سے آپ ویران ہو جائے گی۔“

”آنے والے دور کی امامت دبستان شبلی ہی کے لیے مقدر ہے۔“ (مقامات: 21)

یہ لوگ آزاد غور و فکر کا طبل بجاتے ہیں لیکن دوسرا کوئی حق بات ہی کیوں نہ بتائے

یہ ان کو گوارا نہیں اور ان کی کوشش یہ ہے کہ جھوٹ یا سچ جیسے بھی ہو اس کی بات کو ٹال دیا جائے یا مردود بنا دیا جائے۔ اہل علم اور اہل حق میں سے کوئی کچھ کہہ بیٹھے اور اس میں رائی برابر بھی کچھ کہنے کی گنجائش مل جائے تو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کریں اور اہل حق کے خلاف خوب پروپگنڈا کریں۔

آزاد غور و فکر کے لیے عمار خان کو جاوید غامدی کی شاگردی اختیار کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ آزادانہ غور و فکر کے لیے ایسے لوگوں کی شاگردی ضروری ہے جو غور و فکر میں آزاد ہیں اور اصول و فروع ایجاد کرنے میں ائمہ مجتہدین کے اصول کے پابند نہیں۔ اسی آزادانہ غور و فکر کے نتیجے میں حاصل ہونے والے کچھ اصول اپنی کتاب ”حدود و تعزیرات“ میں ذکر کیے ہیں۔ ان کا جواب ہم نے اپنے ایک کتابچے بنام ”مقام عبرت“ میں شائع کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ایسے حالات بنے کہ عمار خان کے اور مضامین کے خلاف بھی لکھنا پڑا۔ اب اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ ان سب مضامین کو یکجا شائع کیا جائے۔ اس داعیہ کو دیکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ”مقام عبرت“ میں ہم نے اختصار سے کام لیا تھا جس کا عمار خان نے غلط فائدہ اٹھایا لہذا اس کی جگہ ایک ایک بات کو تفصیل سے لکھا جائے۔ اس طرح ”مقام عبرت“ کا دوسرا ایڈیشن وجود میں آیا۔

مولانا زابد اللہ راشدی صاحب سے ہمیں شکوہ ہے کہ جب وہ سنت کا وہ معنی لیتے ہیں جو چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے اور جب اجماعی تعامل اور اہل سنت کے مسلمات کے وہ قائل ہیں تو انہیں اندازہ تو ہوگا کہ عمار خان کی کنسی بات درست ہے اور کنسی غلط ہے۔ لیکن مولانا اپنی رائے دینے کے بجائے آزاد غور و فکر کے نام پر دوسروں کو لڑا کر اور الجھا کر خود تماشا دیکھتے ہیں۔ مولانا کو جاوید غامدی اور عمار خان سے ہمدردی ہے لیکن دوسرے عام و خاص مسلمانوں سے اور دین حق سے وہ اس طرح ہمدردی کا اور حدیث الدین النصیحة پر کلی عمل کا

مظاہرہ نہیں کر رہے، حالانکہ عمار خان نے ذرا ذرا سی مثالیں دے کر کسی بھی مناسبت کے بغیر محض اپنے اجتہاد کے لیے ہادم دین ضابطے نکالے ہیں۔
عمار خان کے خود تراشیدہ ضابطے

ذرا غور کیجئے! عمار خان نے مندرجہ ذیل ضابطے نکالے ہیں جن کی بنیاد پر کوئی مجتہد یا متبحر نہیں بلکہ خود عمار خان اور جاوید غامدی اجتہاد و استنباط کر بھی چکے ہیں اور مزید کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ایجاد کردہ قواعد و ضوابط یہ ہیں:

1۔ مقبول و مرفوع حدیث سے ایک حکم ثابت ہے۔ اس کے علم کے باوجود اجتہاد و استنباط کر کے اس سے مختلف حکم اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اس قاعدے اور ضابطے سے سنت و حدیث کی تشریحی حیثیت جاتی رہتی ہے۔
2۔ قرآن مجمل کی خود تعیین کرے تو وہ شرعی وابدی ہے اور جو تعیین حدیث سے ہو وہ محض عرف پر مبنی ہے شرعی وابدی نہیں ہے۔

اس ضابطے کی قرآن و حدیث اور صحابہ میں کوئی دلیل نہیں۔ عمار خان اور جاوید غامدی نے محض اپنی عقل سے یہ ضابطہ بنا لیا ہے۔ اس کی وجہ سے عمار خان منکرین حدیث کے قریب ہو گئے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کی تشریح ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے مطابق کی اور بعد والے اپنے دور کے مطابق کریں گے۔

3۔ اجماع سکوتی محض ظنی ہے اور ظنی درجے کی یہ حجت یہ درجہ ہرگز نہیں رکھتی کہ اس کی بنیاد پر قرآن و سنت سے براہ راست استنباط کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر اہل علم کے سامنے کوئی ایسا علمی سوال آجائے یا کوئی ایسا عملی مسئلہ اٹھ کھڑا ہو جس کے لیے خود نصوص کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ ”مزعومہ اجماع“ کو ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن و سنت کے براہ راست مطالعے کی بنیاد پر اس سوال اور اشکال یا

علمی مسئلے کے حل کے لیے نئی تعبیر یعنی نیا حکم پیش کرتے ہیں۔ (اکابر اہل علم کی عملی روش کیا یہی ہے؟ ایسا بالکل نہیں ہے جیسا کہ ہم آگے اس کو بیان کریں گے۔ عبدالواحد)

4۔ یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ صحابہ و تابعین نے کون سی متعین رائے کس استدلال کی بنیاد پر اختیار کی تھی۔

تابعین صحابہ کے باقاعدہ شاگرد تھے اور ان کے بعد بھی تعلیم و تعلم کا نظام تسلسل سے چلا۔ اور تابعین ہوں یا تبع تابعین ان کے بڑے حضرات مجتہد بنے۔ یہ بات استدلال کو سیکھے بغیر محض تقلید سے حاصل نہیں ہوتی اور عام طور سے متحرین یا مجتہدین فی المذہب اپنے اساتذہ کے دلائل سے ان کا استدلال سمجھ لینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ لیکن عمار صاحب اب نئے سرے سے نصوص پر غور کریں گے، اپنے استدلال کو بنیاد بنائیں گے اور جو حکم سامنے آئے گا اس کو لیں گے اور اگر اجماع اس کے مزاحم ہوگا تو اس کو بھی نظر انداز کر دیں گے۔

5۔ صحابہ و تابعین کی آراء اور ان کے فتاویٰ کا ایک مخصوص عملی پس منظر تھا یعنی اس وقت مخصوص سماجی اور معاشی حالات پیش نظر تھے جن سے علیحدہ کر کے ان احکام کو صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ اور چونکہ وہ مخصوص عملی پس منظر بدل چکا ہے لہذا جو حکم پہلے دور میں سمجھا جاتا تھا وہ اب اس طرح سے سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس لیے ہمیں اپنے نئے پس منظر میں احکام کو معلوم کرنا ہوگا۔ یہ بات بھی منکرین حدیث والی ہے۔

6۔ فقہ و تفسیر کا جو ذخیرہ دور اول کا ملتا ہے وہ کسی طرح بھی قرآن و سنت کے کل علمی امکانات کا احاطہ نہیں کرتا اس لیے اپنے آپ کو ان فقہی و تفسیری آراء کا نہ تو پابند کرنا درست ہے اور نہ ان کو قانون سازی کا ماخذ بنانا درست ہے۔ بلکہ حالات کی تبدیلی میں قانون سازی کا اصل ماخذ نصوص ہی قرار پاتے ہیں۔ غرض ائمہ فقہاء کی آراء معیار نہیں بلکہ جو امور معیار ہیں وہ یہ تین چیزیں ہیں:

(i) مزاج (ii) شرعی نصوص اور (iii) نئے حالات کے تحت نئے احکام لیجئے سب حجتوں سے جان بخشی ہوئی اور اب عمار خان ہیں اور نصوص ہیں۔ وہ ان کی جیسے چاہے جوڑ توڑ کریں اور جو چاہیں ان کی شکل بنائیں۔ پہلوں کی تو آراء تھیں اس لیے معیار نہیں تھیں۔ اس دعوے کے مفہوم مخالف سے یہ نکلا کہ عمار خان اور جاوید غامدی جو کچھ کہیں گے وہ رائے نہیں ہوگی وحی کے درجے کی چیز ہوگی۔

7۔ عمار خان حدیث کو علی الاطلاق ضعیف کہہ کر اس کی اہمیت کو گھٹاتے ہیں مثلاً وہ حدیث جس میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف قرار دیا ہے۔ عمار خان اس کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ بعض قرائن و حالات میں ضعیف حدیث واجب العمل ہوتی ہے۔ اور عورت کی نصف دیت والی حدیث کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔

8۔ غیر صحابی پر صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے۔

یہ مسئلہ مجتہدین کے نزدیک اختلافی ہے یہاں تک کہ خود حنفیہ کے ہاں بھی۔ پھر اس مسئلہ کے ایک پہلو کے اظہار سے عمار خان کا کیا مقصد ہے؟

تنبیہ: 1

عہد رسالت کے بھلے مانس لوگوں پر بہتان لگانا جائز ہے۔ عمار خان لکھتے ہیں: ”ممکن ہے مولانا محترم (عبدالواحد) کا یہ مفروضہ منافقین کے بارے میں درست ہو لیکن جہاں تک مخلص اور خدا ترس اہل ایمان کا تعلق ہے تو مستند روایات کی رو سے وہ ایسا کرنے کی (یعنی زنا کے اڈے چلانے کی، مستقل یاری آشنائی کرنے کی اور زنا بالجبر کرنے کی) پوری پوری جرأت رکھتے تھے۔“

تنبیہ: 2

یہ بطور نمونہ ان ضابطوں میں سے ہیں جو عمار خان نے اپنی کتاب ”حدود و

تقریرات“ میں ذکر کیے ہیں اور جن کو وہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے اہل سنت کے ضابطے قرار دیتے ہیں۔ جن اہل علم حضرات کو جاوید غامدی اور عمار خان جیسوں سے ہمدردی ہے کیا وہ ان اصول و ضوابط کو ان مقاصد سمیت جو یہ لوگ بتاتے ہیں اہل سنت کے اصول و ضوابط مانتے ہیں؟ عمار خان کے بتائے ہوئے ان ضابطوں پر ہم آگے تفصیل سے کلام کریں گے۔ ہم ان اہل علم حضرات سے کیا یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ تاویلوں کے چکر میں پڑنے کے بجائے حق کو حق کہیں اور باطل کو باطل کہیں۔ تاویل ان لوگوں کے کلام میں کی جاتی ہے جو اہل سنت ہوں، اہل حق ہوں اور تسلیم شدہ اہل علم ہوں۔ جبکہ عمار خان سے بحالات موجودہ جس طرح کی ہمدردی کی جا رہی ہے اور جس طرح ان کا دفاع کیا جا رہا ہے وہ اس حدیث کا مصداق ہے من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام۔

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ ہمارے علاقوں میں فقہ حنفی کا رواج ہے اور اسی کے اصول و فروع پڑھنے پڑھانے کا معمول ہے۔ لہذا علماء کے ذہنوں میں بھی حنفی اصول ہی نقش ہوتے ہیں اور یہ کوئی نقص نہیں ہے۔ جو حضرات زیادہ فقہی ذوق رکھتے ہیں وہ دیگر فقہوں کا بھی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لیے اگر عمار خان پر کوئی فقہ حنفی کے اصول و فروع کی رو سے اعتراض کرے تو اس کی روش غلط نہیں درست ہے اور عمار خان کو کچھ حق نہیں کہ وہ ان پر کسی بھی قسم کا اعتراض کریں یا پھبتیاں کیں۔

پھبتیاں کسنے اور بلا وجہ کا اعتراض کرنے کی ایک مثال یہ ہے۔ عمار خان لکھتے ہیں:

”دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے متعلق عام طور پر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ وہ جدید علوم سے واقفیت حاصل نہیں کرتے اور نتیجتاً دور جدید کے ذہنی مزاج اور عصری تقاضوں کے ادراک سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن

میرے نزدیک اس طبقے کا زیادہ بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ خود اپنی علمی روایت، وسیع علمی ذخیرے اور اپنے اسلاف کی آراء و افکار اور متنوع تحقیقی رجحان سے نابلد ہے۔ اس علمی تنگ دامن کے نتیجے میں اس طبقے میں جو ذہنی رویہ پیدا ہوتا ہے وہ بڑا دلچسپ اور عجیب ہے۔ یہ حضرات اپنے محدود علمی ماحول میں جو باتیں سنتے اور مطالعے کے لیے اپنے اساتذہ کی طرف سے بڑی احتیاط سے منتخب کردہ کتب میں جو چیزیں پڑھتے ہیں اس کے علاوہ انہیں ہر چیز گمراہی اور بے راہ روی محسوس ہوتی ہے اور یہ غیر شعوری طور پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی باقاعدہ ذہن سازی کی جاتی ہے۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی علمی بات یا نکتہ اس ماحول کے تربیت یافتہ حضرات کے سامنے پیش کیا جائے تو پہلے کہیں پڑھایا سنا نہ ہونے کی وجہ سے ان کا فوری تاثر یہ ہوتا ہے کہ یہ تو اکابر سے ہٹ کر دین میں ایک ”نئی بات“ کہی جا رہی ہے اور اگر معاملہ ذرا حساسیت کا حامل ہو تو فوراً اس پر گمراہی اور ضلالت کے فتوے بھی لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ (یہ عمار خان کا بارہا کا اپنا تجربہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عمار خان نے ان حضرات کے سامنے ایسی باتیں رکھی تھیں۔ عمار خان کو ایسا تجربہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور ان کا مقصد کیا تھا؟ عمار خان نے اپنے آپ کو اور اپنی وسعت علمی کو سند (Authority) کیسے سمجھ لیا؟۔ عبدالواحد) اس امکان کی طرف ان کا ذہن متوجہ ہی نہیں ہوتا کہ ایسی کسی بات پر کوئی رد عمل ظاہر کرنے سے پہلے ماضی کے علمی ذخیرے کی مراجعت کرتے ہوئے اس بات کی تحقیق کر لی جائے کہ ہم نے جو بات اب تک پڑھ یا سن رکھی ہے اس سے مختلف بھی کوئی رائے اس ذخیرے سے ملتی ہے یا نہیں؟ یوں یہ حضرات اپنے ارد گرد کے چند گئے چنے اکابر سے سنی ہوئی باتوں کو ہی علم کی کائنات سمجھتے اور کوئی بھی نئی بات سامنے آنے پر اپنے

اپنے حوصلے اور وسعت ذہن کے مطابق اس پر گمراہی، تحریف اور تاویل باطل وغیرہ کے فتوے جڑنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔‘

(الشریعہ، ص: 27، جون 2013)

نوٹ: عمار خان نے دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ پر کم علمی اور اپنے علمی ذخیرے سے عدم واقفیت کی پھبتی کسی ہے۔ یہ حضرات کم علمی کے باوجود اپنے دائرے میں رہتے ہوئے عام طور سے دیانتداری سے فتوے جڑتے ہیں۔ لیکن عمار خان تو اپنی گمراہی پھیلانے کے لیے قواعد خود گھڑ کے ان کو اہل سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دھوکہ اور فریب سے کام لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ آگے ہم عمار خان کی ان حرکتوں کو ان شاء اللہ کھولیں گے۔

یہ سب کچھ ذکر کر کے ہم نے بہت رعایت کر دی ورنہ عمار خان کو تو کچھ کہنے اور لکھنے کا شرعی حق نہیں ہے، کیونکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اور جو مزید وہ کرنا چاہتے ہیں ان سب کا حاصل دین اسلام کو اپنی رائے کے مطابق نئی شکل دینا ہے۔ یہ غرض فاسد ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب ان سب باتوں سے یقیناً واقف ہوں گے کیونکہ سمجھ بوجھ والے آدمی ہیں۔ پھر بھی وہ جہاں دوسروں کا علمی دباؤ محسوس کرتے ہیں، عمار خان کے دفاع میں آجاتے ہیں اور حق بات کہنے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں۔

اہل حق پر طعنہ زنی

جو لوگ واقعی حق کے طالب ہوتے ہیں ان کو اگر اہل علم اور اہل حق سے کچھ اختلاف بھی ہو جائے تو وہ ان کی علمیت کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے اختلاف کو اشکال کے درجے میں رکھتے ہیں اور ان پر طنز و طعنہ زنی نہیں کرتے، لیکن غامدی اور عمار خان ایسا التزام نہیں کرتے کہ حق کو ضرور مانیں گے، بلکہ ادب و احترام کی رعایت بھی نہیں کرتے۔

جاوید غامدی کی طعنہ زنی

وہ لکھتے ہیں:

i۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ (برہان:

(156)

ii۔ فقیہان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہر صورت پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ ان حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے انہیں عموماً کا وہ عجیب و غریب قاعدہ ایجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرین فقہ و قانون کی بولچھوں میں قیامت تک بلند ترین مقام حاصل رہے گا۔ کسی شخص نے کبھی علمی دنیا کے اعجوبوں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علم میراث کی یہ یادگار اس میں سرفہرست ہوگی۔ حیرت ہوتی ہے کہ اسلوب بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اور آیات پر غور و تدبر کرنے کے بجائے ان حضرات نے یہ چیستان اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا ہے اور اس کی دریافت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر باندھا ہے۔“ (میزان: 50، نیا ایڈیشن)

عمار خان کا طنز

وہ لکھتے ہیں:

i۔ ”اس ضمن میں فقہی ذخیرے اور بالخصوص فقہ حنفی کی بعض جزئیات بدیہی طور پر شریعت کے منشا اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے منافی دکھائی دیتی ہیں۔“

(حدود و تعزیرات: 65)

ii۔ ”(فقہاء کی) یہ جرسی غالباً کسی داد کی محتاج نہیں ہے۔“

عمار خان کی جاوید غامدی سے عقیدت

اور عمار خان کی نظر میں جاوید غامدی کے فقہی افادات کیا حیثیت رکھتے ہیں اس کو پڑھ لیجئے۔ داڑھی سے متعلق عمار خان لکھتے ہیں:

”دین میں داڑھی کی حیثیت کے بارے میں استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کے دو قول ہیں۔ قول جدید کے مطابق یہ ان کے نزدیک کوئی دینی نوعیت رکھنے والی چیز نہیں جبکہ قول قدیم یہ ہے کہ اسے دین کے ایک شعار اور انبیاء کی سنت کی حیثیت حاصل ہے۔“ (براہین: 702)

عمار خان پہلا اور دوسرا بیان اور پرانا بھی کہہ سکتے تھے لیکن انہوں نے قول قدیم اور قول جدید کی تعبیر کو اختیار کیا ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ معروف ہے۔ معروف بھی عرف سے ہے، عمار خان عرف و رواج کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں

ع گھر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

مولانا مفتی محمد حنیف خالد زید مجاہد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تعلیم و تربیت

وعن ابی ہریرۃ قال قام اعرابی فبال فی المسجد فتناولہ الناس فقال
لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ وھریقوا علی بولہ سجلاً من ماء
فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک دن) ایک دیہاتی نے مسجد میں
کھڑے ہو کر پیشاب کیا (یہ دیکھ کر) لوگ اس کے پیچھے پڑنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے
فرمایا اسے چھوڑ دو اور ایک ڈول پانی اس کے پیشاب پر بہا دو (اور آپ ﷺ نے فرمایا) تم
لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی کرنے والے نہیں۔

وعن انس قال بینما نحن فی المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذ جاء اعرابی فقام یبول فی المسجد فقال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما ھذا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزرموہ ، دعوہ
فترکوہ حتی بال ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاه فقال لہ ان ھذہ
المساجد لا تصلح لشیء من ھذا البول والقذر انما ھی لذكر اللہ والصلوۃ وقراءۃ
القرآن او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وامر رجلاً من القوم فجاء
بدلو من ماء فسنہ علیہ۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یکا یک ایک دیہاتی آیا اور مسجد
میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا (یہ دیکھ کر) آنحضرت ﷺ کے صحابہ اس سے کہنے لگے
کہ ٹھہر جا! ٹھہر جا! آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا اسے پیشاب کرنے سے نہ رو کو بلکہ اسے

چھوڑ دو اور پیشاب کرنے دو (کیونکہ اگر تمہارے دھمکانے سے اس کا پیشاب رک گیا تو یہ اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا یا پھر اس طرح اس کا پیشاب جو ایک ہی جگہ ہے کئی جگہ پھیل جائے گا) صحابہ نے اسے چھوڑ دیا اور اس دیہاتی نے (جب پورا) پیشاب کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے بلایا اور (نہایت شفقت و مہربانی سے) فرمایا مسجد میں پیشاب و گندگی وغیرہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ ذکر الہی اور نماز و قرآن پڑھنے کے لیے ہیں۔ یا آنحضرت ﷺ نے اس کا مثل فرمایا (راوی کو شک ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اعرابی سے یہی الفاظ فرمائے تھے یا اس قسم کے دوسرے الفاظ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) آنحضرت ﷺ نے مجلس میں سے ایک شخص کو حکم دیا اس نے ایک ڈول پانی لا کر پیشاب پر بہا دیا۔

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی انتہائی شفقت و رحمت اور آپ ﷺ کے حلم و غفوکا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت پر کتنے مہربان اور شفیق تھے، چنانچہ نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے خود اس دیہاتی کی غلطی سے درگزر فرماتے ہوئے اس کو کچھ نہ کہا بلکہ صحابہ نے جب اسے برا بھلا کہا تو آپ ﷺ نے انہیں بھی اس بات کا احساس دلایا کہ تم جس پیغمبر کے رفیق و ساتھی ہو اور جس امت کے فرد ہو اس کی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو پریشانی اور تکلیف میں مبتلا نہ کیا جائے اور نہ کسی کی غلطی پر جو عدم واقفیت کی بنا پر سرزد ہو جائے برا بھلا کہا جائے چنانچہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے امت کے لیے یہ تعلیم مقصود ہے کہ لوگوں کو کسی سختی اور دشواری میں نہ ڈالا جائے اور نہ ایسا کوئی معاملہ کیا جائے جس سے دوسرا شخص بد دل و بدگمان ہو جائے اور اپنے آپ کو کسی تنگی اور گھٹن میں محسوس کرے۔ (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۷۶، ۷۷۔ بتصرف)

وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنة غرفاً یرظاہرہا من باطنہا و طاطنہا من ظاہرہا وعد اللہ لمن أَلان الکلام و اطعم الطعام و تابع الصیام و صلی باللیل والناس نيام۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے باہر کی چیزیں اندر اور اندر کی چیزیں باہر دکھائی دیتی ہیں اور یہ بالا خانے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو دوسرے لوگوں سے نرمی سے بات کرتے ہیں (غریب و ناداروں کو) کھانا کھلاتے ہیں، پے درپے (یعنی اکثر) نفلی روزے رکھتے ہیں اور رات میں ایسے وقت (تہجد کی) نماز پڑھتے ہیں جبکہ (اکثر) لوگ نیند کی آغوش میں ہوتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۸۰۲)

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا:

”علامہ نور الدین ہاشمی نے ”مجمع الزوائد“ میں مسند احمد اور مجمع طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے زنا کی اجازت دیجئے! ذرا تصور تو کیجئے کہ کیا فرمائش کی جا رہی ہے؟ ایک ایسے گھناؤنے گناہ کو حلال قرار دینے کی فرمائش جس کی قباحیت و شناعیت پر دنیا بھر کے مذاہب و ادیان متفق ہیں، اور یہ فرمائش کس کی جا رہی ہے؟ اس برگزیدہ ہستی سے جس کی عفت و عصمت کے آگے فرشتوں کا بھی سر جھک جاتا ہے، کوئی اور ہوتا تو اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ کر باہر نکلوا دیتا لیکن یہ رحمۃ للعالمین ﷺ تھے جن کا کام برائی پر اظہارِ خفگی کر کے پورا نہیں ہو جاتا تھا، بلکہ جو اس برائی کے علاج کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ ﷺ کے دل میں اس نوجوان کے خلاف بغض و غضب کے بجائے ہمدردی اور رحم کے جذبات پیدا ہوئے، آپ نے اس پر ناراض ہونے کے بجائے اسے

پیار کے ساتھ اپنے پاس بلایا، اپنے قریب بٹھایا، اس کے کندھے پر مشفقانہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا: اچھا یہ بتاؤ جو عمل تم کسی اجنبی خاتون کے ساتھ کرنا چاہتے ہو اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری ماں کے ساتھ کرنا چاہے تو کیا تم اس کو گوارا کرو گے؟ نو جوان کے ذہن و فکر کے بند در پیچے ایک ایک کر کے کھلنے لگے اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ جذبات پسند نہیں کرتے۔ اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم اس کو گوارا کرو گے؟ نو جوان نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ جو بات تمہیں اپنی بہن کے لیے گوارا نہیں دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ مسلسل اس نو جوان کو مثالیں دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا بھی فرمائی کہ ”اللهم اغفر ذنبه وطهر قلبه وحصن فرجه“ یا اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما دیجئے اور اس کے قلب کو پاک کر دیجئے اور اس کی شرمگاہ کو عفت عطا فرمائے، یہاں تک کہ جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس گھناؤ نے عمل سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ اس نو جوان پر غیظ و غضب کا اظہار کر کے اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کر سکتے تھے لیکن اس صورت میں آپ ﷺ کو اس نو جوان کی زندگی تباہ ہوتی نظر آرہی تھی۔ یہ آپ کی نرم خوئی، حکمت اور تدبیر و تحمل ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ نو جوان ہلاکت کے گڑھے سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا، کاش کہ آج کے مصلحین اساتذہ اور واعظین سرکارِ دوعالم ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہو سکیں تو آج انہیں اپنے نو جوانوں کی بے راہ روی کی شکایت نہ رہے۔ (ہمارا تعلیمی نظام ص ۱۰، ۱۱)

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۶/ ذوالقعدة الحرام: حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا روڈ و سلطان میں جمعۃ المبارک کے موقع پر بیان فرمایا۔ ۱۵/ مدرسہ زینب للبنات سرگودھا میں افتتاح مشکوٰۃ شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔ ۲۲/ مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں حفظ کے طلباء کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔ ۲۵/ مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلاوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ ۲۶/ سرگودھا میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے بیان فرمایا۔ ۲۷/ مدرسہ ربیع القرآن کی مسجد میں بیان فرما کر نماز جمعہ پڑھائی بعد عصر جامعہ حقانیہ میں ہفتہ وار اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

یکم ذوالحجۃ الحرام: حضرت مدظلہم نے دے والا ضلع بھکر میں سالانہ جلسہ عام سے بیان فرمایا۔ ۳/ جامع مسجد گنبد والی فروکہ میں درس قرآن ارشاد فرمایا۔ ۶/ مدرسہ حنفیہ شاہ کلڈر میں سالانہ جلسہ سے بیان فرمایا۔ ۱۰/ عید گاہ حقانیہ ساہی وال میں بڑے اجتماع سے خطاب فرمانے کے بعد نماز عید کی امامت اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ۲۱/ جامع مسجد الہیہ میں بیان فرمایا۔ ۲۲/ حضرت مولانا علامہ عبدالغفار تونسوی مدظلہم نے جامعہ ہذا میں درجہ تخصص فی الفقہ کے طلباء کو در فرق باطلہ کے متعلق دروس دیے۔ ۲۶/ جامعہ حقانیہ ساہیوال کی مجلس شوریٰ کا اجلاس جامعہ میں حضرت الاستاذ مولانا صالح محمد صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کئی امور طے کیے گئے۔ جامع مسجد ترمذی: جامعہ حقانیہ ساہی وال، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمد للہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 76x94 کی تعمیر کا کام کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ شروع ہو چکا ہے جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ایک کروڑ روپے (10000000) ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

